"قیاس" بحیثیت ماخذِ فقہِ اسلامی

شفقت حسین خادم - ایم - اے شعبۂ علومِ اسلامی - یونیورسٹی آف کراچی

قیاس، اجماع سے وسیع تر اور آسانی سے ممکن العمل حجت یا طریقہ ہے اور شریعت کا نہایت اہم اور وسیع الاثر ماخذ ہے۔ یہ قرآن، سنت اور اجماع کے بعد فقہ اسلامی کا چوتھا ماخذ ہے اور جب کسی پیش آمدہ واقعہ و حادثہ میں اِس سے اوپر کی کوئی دلیل نہ ملے یا سرے سے موجود ہی نہ ہو تو اس پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ کتاب وسنّت کی تصریحات بہر حال محدود ہیں اور زیادہ تر اصول و کلیات پر مشتمل ہیں جبکہ تغیراتِ زمانہ بے شمار ہیں اور نت نئے مسائل کا پیش آنا ناگزیر ہے۔ دُنیا میں مسلمانوں کے منتشر ہو جانے کے باعث ہر بات پر اجماع بھی ممکن نہیں لہٰذا مسائل و معاملات سے عہدہ برآ ہونے اور ہر قسم کے احوال میں شرعی احکام کے تعیّن کے لیے قیاس کے بغیر چارہ نہیں۔

قیاس کے لُغوی معنی "قاسَ، یقیس، قیاسًا" یعنی مشابہت کی بنا پر نتیجہ اخذ کرنا (دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۶ ص ۵۱۷)۔ اس کے معنی لغوی اعتبار سے تقدیر اور تسویہ کے ہیں (آمدی جلد ۳ صفحہ ۲، ارشاد صفحہ ۹۸)۔ مولانا محمد تقی امینی نے اس کے معنی اندازہ کرنے، مطابق کرنے اور مساوی کرنے کے لکھے ہیں (فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر۔ صفحہ ۱۵۵) انگریزی میں قیاس کا ہم معنی لفظ (ANALOGY) ہے۔

قیاس کا مفہوم صحابہ کرام اور تابعین عظام کو جب کوئی مسئلہ کتاب وسنت میں نہ ملتا تو وہ

اپنی رائے (قیاس) سے کام لیتے تھے اور اُن کے نزدیک قیاس کا مفہوم جیسا کہ ان کے فتاویٰ سے ظاہر ہوتا ہے یہ تھا کہ مذہب کے عام اُصولوں کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کیا جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" نہ تو کسی کو نقصان ہو اور نہ کسی دوسرے کو نقصان پہنچایا جائے"۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرا اُصول یہ مقرر فرمایا" مشتبہ چیزوں کو چھوڑ کر غیر مشتبہ چیزوں کی طرف رجوع کرو"۔ یا پھر یہ اُصول ایسے ہوں جو انسانوں کے ساتھ فطری انصاف اور بھلائی (EQUITY) پر مبنی ہوں اور اُن خرابیوں کو دُور کر سکیں جو اُصول شرع کے منافی ہوں صحابہ کرام کی اصل بنیاد جس پر قیاس کر کے وہ مسئلہ کا حل دریافت کریں اور" عمومی خیر" دونوں کو مدّ نظر رکھتے تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فتویٰ دیا کہ محمد بن مسلمہ کے پڑوسی کی نہر اُن کی زمین پر سے گذر سکتی ہے۔ کیونکہ اس سے اُن کو کوئی نقصان نہ ہوگا اور اُن کے پڑوسی کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔ اس طرح اُن کے حکم کی بنیاد یہ عام قاعدہ تھا کہ لوگوں کو فائدہ پہنچایا جائے۔ ان کے ساتھ بھلائی کی جائے اور اُن سے خرابیوں کو دُور کیا جائے۔ اُس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے کو کسی واضح اور مخصوص بنیادی حکم پر قیاس نہیں کیا تھا بلکہ اُن کا اُصول وہی تھا جسے ہم" مصالح مرسلہ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں (تاریخ وتشریع الاسلامی۔ از علامہ خضری صفحہ ۲۱۱)۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ جب رائے اور قیاس کے مفہوم میں توسیع ہوئی تو علماء نے اس کے مفہوم کو متعین کیا اور یہ شرط لگا دی کہ جو کوئی اپنی رائے اور قیاس سے فتویٰ دے تو اُس کے پیش نظر کوئی خاص بنیادی اُصول ہونا چاہیے جس کی بنیاد پر وہ حکم دے سکے، قیاس کا یہی وہ مفہوم ہے جسے کتاب وسنت اور اجماع کے بنیادی اُصول قرار دیا گیا ہے۔

قیاس کی تعریف اصطلاحی طور پر قیاس کی تعریف میں اصحابِ اُصول کا اختلاف ہے۔ امام الحرمین کہتے ہیں کہ قیاس کی حد حقیقی متعذر ہے، امام شوکانی اور دیگر علمائے اُصول نے قیاس کی کئی طرح تعریفیں کی ہیں جن میں سے اکثر اعتراض اور تنقید سے خالی نہیں ہیں۔ ہمارا مقصد ان سب تعریفوں کو محض بیان کرنا نہیں ہے۔ البتہ چند تعریفات کو ہم بیان کر رہے ہیں تاکہ اُن کے ذریعے حقیقی مفہوم تک رسائی ہوسکے۔

ا- علامہ آمدی نے قیاس کی تعریف اس طرح کی ہے۔" حمل معلوم علی معلوم فی اثبات حکم لہما او نفیہ عنہما بامر جامع بینہما" (احکام جلد ۳ صفحہ ۴) قیاس کی یہی تعریف قاضی ابوبکر باقلانی سے

منقول ہے اور اکثر شوافع نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

۲۔ "تعدیة الحکم من الاصل الی الفرع لعلة متحدة لاتدرک بمجرد اللغة" (تنقیح جلد ۲ صفحہ ۵۲)۔ یہ تعریف صدر الشریعۃ نے کی ہے اور ابوالحسن بصری نے اس تعریف کو سب سے زیادہ واضح کہا ہے۔

۳۔ شاہ ولی اللہ نے قیاس کی یہ تعریف کی ہے۔ "انما القیاس ان تخرج العلة من الحکم المنصوص ویدار علیها الحکم (حجة اللہ البالغہ جلد ا صفحہ ۱۴۷)

۴۔ تقدیر الفرع بالاصل فی الحکم والعلة" (نور الانوار صفحہ ۲۲۴)

۵۔ مولانا محمد تقی امینی نے ایک تعریف یہ نقل کی ہے" الحاق امر بامر فی الحکم الشرعی لاتحاد بینهما فی العلة "یعنی دو مسئلوں میں اتحادِ علت کی وجہ سے جو حکم ایک مسئلے کا ہے وہی حکم دوسرے مسئلے کا قرار دینا۔ (فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر صفحہ ۱۵۵)۔

۶۔ ایک غیر منصوص امر کا حکم جو کتاب وسنت یا اجماع میں مذکور منصوص حکم کے ساتھ علتِ حکم میں اشتراک رکھتا ہو، قیاس ہے۔" (اصول فقہ از ڈاکٹر ابوزہرہ صفحہ ۲۱۸، قاہرہ)

۷۔ پروفیسر چودھری غلام رسول نے قیاس کی یہ تعریف کی ہے۔" قیاس اصل سے فرع کی جانب حکم کے متعدی ہونے کو کہتے ہیں جب کہ یہ تعدیہ کسی ایسی علت کی بنا پر ہو جو اصل وفرع دونوں میں پائی جاتی ہے اور جس کا علم محض لغت سے نہیں ہوسکتا۔ (مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ صفحہ ۸۰۵)

۸۔ کسی شرعی حکم کو کسی مصلحت کی بنا پر کسی دوسرے امر کے شرعی حکم کے حصول کے لیے بنیاد بنانا قیاس ہے (دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۶ صفحہ ۵۱۷)۔

۹۔ علامہ بیضاوی نے منہاج الاصول میں قیاس کی تعریف اس طرح فرمائی ہے" اثبات مثل حکم معلوم آخر لاشتراک بالعلة" (بحوالہ لیکچر از ڈاکٹر فدیری مدظلہ)

۱۰۔ حسن احمد الخطیب نے" فقہ الاسلام" میں متعدد تعریفات نقل کی ہیں، جنہیں ہم یہاں نقل کررہے ہیں۔

بعض علماء نے قیاس کی یہ تعریف کی ہے" تلاشِ حق میں پوری کوشش صرف کی جائے"۔ دوسرے لوگوں نے اس کی یہ تعریف کی ہے" نامعلوم حکم کو معلوم و مذکور حکم کے ساتھ شامل کردیا جائے"۔ محققین

کی ایک رائے یہ ہے کہ "کسی مسئلے میں شارخ کو اصل مسئلے کے ساتھ اُس کی اصل وجہ میں برابر کا شریک کیا جائے یا اُس کے کسی خاص مفہوم میں اس پر اضافہ کیا جائے"۔ ایک عالم نے قیاس کی یہ تعریف کی ہے کہ "اصل مسئلے کے مضمون کو فرعی مسئلے میں بھی ثابت کیا جائے کیونکہ مجتہد کے نزدیک دونوں میں اصل وجہ مشترک پائی جاتی ہے"۔ ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ "فرعی مسئلے میں اصل مسئلے کے حکم کو برقرار رکھا جائے کیونکہ دونوں میں مشترکہ سبب پایا جاتا ہے"۔

۱۱۔ عبدالقادر عودہ شہیدؒ نے قیاس کی یہ تعریف لکھی گئی ہے "قیاس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی ایسے مسئلے کو جس میں کوئی نصِ شرعی موجود نہ ہو، حکم کی علت میں اشتراک کی بنا پر اُس مسئلہ سے ملا یا جائے جس میں واضح اور منصوص طریقے پر شرعی حکم موجود ہو"۔ (اسلام کا فوجداری نظام صفحہ ۲۵۴)

۱۲۔ ایک تعریف یہ ہے "فقہاء جب فرع کا حکم اصل سے نکالتے ہیں تو اُس کو قیاس کہتے ہیں کیوں کہ اس صورت میں وہ حکم اور علت کے معاملے میں فرع کا اندازہ اصل کے ساتھ لگاتے ہیں (حسامی صفحہ ۹۰)

۱۳۔ اصل نصوص کے حکم کو جو مقیس علیہ ہے کسی خاص صورت تک توسیع دینا بسبب ایسی علتِ متحدہ کے جس کا ادراک محض لغت سے نہیں ہو سکتا (توضیح ص ۳۰۲)

۱۴۔ مالکیوں کے خیال میں "استنباط کو بلحاظ علت کے اصل حکم کے ساتھ مطابق کرنے کا نام قیاس ہے"۔ (المختصر جلد دوم صفحہ ۲۰۴)

۱۵۔ شوافع کے نزدیک اُمور شرعیہ میں معلوم کو معلوم پر ایک علتِ مؤثرہ احکام کی وجہ سے حمل کرنے کا نام قیاس ہے۔ (جمع الجوامع جلد ۴ صفحہ ۱)

حجیتِ قیاس اہلِ ظاہر کے نزدیک قیاس شرعی حجت نہیں۔ چنانچہ شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں سب سے پہلے نظام نے قیاس کا انکار کیا۔ پھر بغداد کے بعض متکلمین نے اس کی پیروی کی (اُصول سرخسی جلد ۲ ص ۱۱۶) ابن حزم اور چند حنابلہ قیاس کو حجت شرعی تسلیم کرنے کے منکر ہیں (سر عبدالرحیم اصول فقہ ص ۱۵۹) لیکن صحابہ اور تابعین میں سے اسلاف اور امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ بن حنبل، امام مالکؒ بن انس اور اکثر فقہاء و متکلمین کے نزدیک قیاس ایک شرعی حجت ہے (آمدی جلد ۳ ص ۶۴-۶۵) شیعہ امامیہ کے ہاں یہ حجت نہیں بلکہ امام معصوم کی رائے حجت ہوتی ہے (حل العقول لحفظ الفحول از محمد باقر، تہران) البتہ شیعہ زیدیہ کے ہاں یہ شرعی حجت ہے (نہایۃ السول شرح منہاج الوصول جلد ۳ ص ۸)

حجیت قیاس کے دلائل | قیاس کا حجیت ہونا کتاب و سنت اور اجماع و عقل چاروں سے ثابت ہے۔
قرآن کریم کی سورۃ الحشر میں ارشاد ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یا اُولی الابصار (آیت ۲) ترجمہ:۔
"پس اعتبار کرو اے آنکھ والو" فقہاء نے اعتبار کا مطلب یہ بیان کیا ہے "رد الشیٔ الی نظیرہ الی الحکم علی الشیٔ بما ھو ثابت لنظیرہ (توضیح بر حاشیہ تلویح صفحہ ۵۸) یعنی کسی شے کو اس کی نظیر کی طرف پھیرنا یعنی جو حکم اس کی نظیر کا ہے وہی حکم اُس شے کا قرار دینا"۔ اس آیت میں "اعتبار" کے معنی قیاس کے ہیں کیونکہ عربی میں "اعتبار شیٔ لشیٔ" کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری چیز پر قیاس کرنا۔
نیز قرآن کریم میں فرمایا "فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے معلوم کرو نیز آیت "لیتفقھوا فی الدین" (التوبہ ۱۲۲) آیت "ویعلمھم الکتاب والحکمۃ" (آل عمران ۱۶۴) وغیرہ سے بھی حجت قیاس پر استدلال کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ تمام آیات بھی جن میں غور و فکر کرنے کی تلقین کی گئی ہے اُن میں بھی قیاس کی حجیت پوشیدہ ہے۔

حجیت قیاس بذریعہ حدیث | حجیت قیاس کے ضمن میں مشہور حدیث معاذ بڑی اہمیت رکھتی ہے۔
جیسے ترمذی و ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ بیان کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی بن جبل کو بحیثیت قاضی یمن بھیجنا چاہا تو اُن سے جو گفتگو ہوئی وہ ابوداؤد نے اس طرح نقل کی ہے
"انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمّا ارادان یبعث معاذاً الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاءٌ؟ قال اقضی بکتاب اللہ۔ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ؟ قال فبسنّۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فان لم تجد فی سنّۃ رسول اللہ؟ قال اجتہد برای۔ فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ وقال، الحمد للہ الذی وفّق رسول رسول اللہ لما یرضی رسول اللہ (سنن ابوداؤد کتاب الاقضیۃ حدیث ۳۵۲۹)
ترجمہ: "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو قاضی بنا کر یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو اُن سے دریافت فرمایا کہ جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوگا تو تم فیصلہ کس طرح کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کتاب اللہ سے۔ پھر پوچھا اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو عرض کیا اللہ کے رسول کی سنت سے فیصلہ کر لوں گا۔ پھر رسول کریم نے پوچھا اگر یہاں بھی وضاحت نہ ہو تو کیا کرو گے؟ تب معاذ نے کہا۔ میں اپنی رائے سے قیاس کروں گا۔ چنانچہ یہ جواب سن کر رسول کریم نے انہیں گلے لگا لیا اور فرمایا "شکر و تعریف اُس اللہ

کے لیے جس نے اپنے رسول کے رسول کو اس کی توفیق دی جس سے اُس کا رسول راضی ہے۔

حجیت قیاس کی دوسری حدیث رسول کریمؐ کا فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ فرمانا ہے اقض بالکتاب والسنۃ اذا وجد تھما فاذا لم تجد فیھما اجتھد رائک "ترجمہ" فیصلہ کرو کتاب اور سنت سے جبکہ اُن میں مل جائے اور اگر ان دونوں میں نہ ملے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو۔

یہ حدیث ملاحظہ ہو آمدی جلد دوم صفحہ ۷۹۔

آثار صحابہؓ سے حجیتِ قیاس آثار صحابہ میں سے ایک تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا وہ خط ہے جو آنجناب نے عدلیہ کے ضابطے کی وضاحت کرتے ہوئے قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا۔۔۔ آپ نے لکھا "اُس حکم پر فیصلہ کرو جو کتاب اللہ میں ہو۔ اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت پر فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ میں بھی نہ ہو اور سنّتِ رسول میں بھی نہ ہو تو پھر صالحین نے جو فیصلے کیے ہیں اُن کے مطابق فیصلہ کرو۔ لیکن اگر کسی معاملے کا حکم نہ کتاب اللہ میں ملتا ہو نہ سنّتِ رسولؐ میں اور نہ ہی صالحین کے فیصلوں میں اس کے متعلق کوئی نظیر موجود ہو تو تمہیں اختیار ہے چاہے خود پیش قدمی کرو یا تامل کرو اور میرے نزدیک تامل کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (نسائی)

دوسرا بیان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں" وہ زمانہ گزر چکا ہے جب ہم نہ فیصلہ کرتے تھے اور نہ ہماری یہ حیثیت تھی کہ فیصلے کریں (یعنی حضورؐ کا دور) اب تقدیر الٰہی سے ہم اس حال کو پہنچے ہیں جو تم لوگ دیکھ رہے ہو۔ پس اب تم میں سے جس کے سامنے کوئی معاملہ فیصلے کے لیے پیش ہو تو اُسے چاہیے کہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر کوئی معاملہ آ جائے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو تو اُس کا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق کرے اور اگر معاملہ ایسا ہو کہ اس کا حکم نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا فیصلہ فرمایا ہو تو صالحین نے اُس کا جو فیصلہ کیا ہو، اُس کی پیروی کرے۔ لیکن اگر ایک معاملہ ایسا آ جائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں میں اور نہ صالحین نے پہلے کبھی اس کا فیصلہ کیا ہو تو اپنی رائے سے (حق و ثواب تک پہنچنے کی) پوری کوشش کرے اور یہ نہ کہے کہ میں ڈرتا ہوں، میں ڈرتا ہوں، کیونکہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح، اور ان دونوں کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں۔ سو مشتبہ امور میں آدمی کو وہ فیصلہ کرنا چاہیے جو اُس کے ضمیر کو نہ کھٹکے اور ایسا فیصلہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے جس کے متعلق خود اُس کے اپنے ضمیر میں کھٹک محسوس ہو۔ (نسائی)

اسی طرح ابن مسعودؓ نے جس عورت کو طلاق لینے کا اختیار دیا تھا اُس کے بارے میں فرمایا" میں اپنی رائے سے فتویٰ دیتا ہوں اگر صحیح ہے تو اللہ کی جانب سے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے ہے۔ اللہ اور اُس کا رسولؐ اس سے بری ہیں (تاریخ تشریع الاسلامی)

رائے اور قیاس کا فرق اسلام کے ابتدائی دَور میں لفظ رائے کو قیاس شرعی کے معنوں میں استعمال کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ حدیث معاذ سے بھی پتہ چلتا ہے اور ابن مسعودؓ والی روایت میں بھی آیا ہے۔ ان دونوں روایتوں میں لفظ رائے وارد ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ رائے سے یہاں وہ خالص رائے مراد نہیں جو کسی اصل پر مبنی نہ ہو بلکہ وہ رائے مراد ہے جو کسی اصل پر مبنی ہو اور اسی کو قیاس کہتے ہیں۔ لیکن جب لوگوں نے "خالص رائے" اور "قیاس شرعی" میں امتیاز کرنا چھوڑ دیا اور ہر قسم کی رائے کو شرعی احکام کے اثبات کے لیے دخیل بنا دیا تو بعد کے دَور میں ضروری ہوا کہ رائے اور قیاس کو ایک دوسرے سے جدا کر کے ان کا اصطلاحی فرق واضح کیا جائے۔

اُمتِ مسلمہ کا سواد اعظم قیاس کو شریعت کی چوتھی اصل مانتا ہے اور کتاب وسنّت و اجماع میں جو حکم نہ ملے اُس کے اثبات کے لیے قیاس کو بنا قرار دیتا ہے۔ لیکن بالاتفاق رائے کا دین میں کوئی دخل نہیں۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے" لو کان الدین بالرائی لکان اسفل الخف اولیٰ بالمسح من اعلاہ" یہاں رائے سے خالص رائے مراد ہے — قیاس کی اِصطلاحی تعریف سے قطع نظر قیاس اور رائے میں یہ فرق ہے کہ اپنا وہ خیال جو کسی اصل شرعی یعنی کتاب وسنت اور اجماع پر مبنی ہو قیاس ہے اور جو کسی اصلِ شرعی پر مبنی نہ ہو وہ رائے ہے۔ رائے اور قیاس کے فرق کو مندرجہ ذیل نکات سے واضح کرتے ہیں۔

۱— حرج یا مصلحت کے کسی ایسے مظنہ کو جس کا شارع نے اعتبار نہ کیا ہو۔ اپنی طرف سے علّت قرار دے کر حکم کا مدار ٹھہرایا جائے یہ رائے ہے اور قیاس یہ ہے کہ حکمِ منصوص سے علّت کا استخراج کر کے حکم کو اس پر دائر کیا جائے۔

۲— رائے سے نہ نفسِ فہم وعقل مراد ہے اور نہ وہ رائے جس کا اعتماد سنّت پر بالکل نہ ہو اور نہ استنباط اور قیاس پر قدرت مراد ہے۔ بلکہ رائے سے یہ مراد ہے کہ کسی مسئلے کا حکم معلوم کرنے کے لیے احادیث اور آثار کی متابعت کے بجائے اپنے متبوع کے اُصول اور اُس کے کلام سے تخریج کے طور پر

اُس مسئلہ کا حکم معلوم کیا جاتاہے۔

۴۔ قیاس دین کی چوتھی اصل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسئلہ دین کے ان تین اصولوں (کتاب، سنت، اجماع) میں موجود ہو جو قیاس پر مقدم ہیں تو اس میں قیاس کو دخل نہ ہوگا، لیکن اصحابِ رائے یہ کرتے ہیں کہ اخبار آحاد کو جو قیاس پر مقدم ہیں اپنے وضع کردہ اُصول کے مقابلے میں ترک کردیتے ہیں اور یہ طریقہ انہوں نے خوارج سے لیا ہے۔

(جاری ہے)

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات واحادیث شائع ہوتی رہتی ہیں قارئین سے گذارش ہے کہ ان اوراق پر آیات واحادیث ہوں۔ اُن کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔

(ادارہ)

فقہ الزکاۃ مجلد یوسف القرضاوی حصہ اول و دوم ـــــــ ۵۰/- روپے
سوم وچہارم ـــــــ ۶۰/- ″
سفرِ شوق فرید احمد پراچہ ـــــــ ۱۵/- روپے
انسانی زندگی میں جمود وارتقاء محمد قلب ـــــــ ۲۵/- روپے

البدر پبلی کیشنز ۔ ۲۳ راحت مارکیٹ ۔ اُردو بازار ۔ لاہور ۲